بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

النباء العظیم

(۱۹)

سوچنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ بخل ہو یا اسراف بہرحال دونوں ایک عمل ہیں اور اسی بنا پر ان کا مرتکب عاصی و آثم اور گنہگار ہو سکتا ہے لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ان کو کافروں اور منکرین خدا اور رسول کے ہم رتبہ وہمسر قرار دے دیا گیا ہے اور ان کے لیے بھی اسی عذاب کی وعید ہے جو دین کی تکذیب کرتے اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں بظاہر ایک عمل ہیں لیکن درحقیقت بہت سے اعمال سیئہ کا مجموعہ ہیں۔ اور ان کی براہ راست زد ایمان اور اللہ پر یقین اور بھروسہ پر پڑتی ہے۔ مثلاً جو شخص بخیل ہے وہ اپنا اور ان تمام لوگوں کا حق غصب کرتا ہے جن کے حقوق اللہ نے اس کے مال پر مقرر کر دیئے ہیں۔ پھر یہی نہیں! بلکہ بخیل اپنے اندوختہ پر بہ نسبت خدا کے زیادہ بھروسہ کرتا ہے اور نعیم آخرت کے مقابلہ میں سیم وزر کے انبار کو زیادہ وقیع سمجھتا ہے۔ یہی حال اسراف کا ہے جو شخص مسرف ہے وہ عُجب و خودنمائی و تکبر اور فکرِ فردا سے غافل ہوتا ہے، دوسرے لوگوں کی تحقیر کرتا ہے اور اپنی بے اعتدالیوں پر فخر کرتا ہے اس بنا پر یہ دونوں اگرچہ دیکھنے میں ایک عمل ہیں لیکن درحقیقت ان سے ایک صالح معاشرہ اور سوسائٹی کی عمارت میں ہی شگاف پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسراف کی یہ خرابیاں تو وہ ہیں جو اسراف کی ہر شکل وصورت میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ لیکن جس اسراف کا مظاہرہ شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا ہے اس میں ان

عام برائیوں کے علاوہ چند اور قباحتیں بھی ہیں جن کے اثرات پوری سوسائٹی اور سماج پر پڑتے ہیں۔ خود مسرف کے خاندان کے افراد اور اس کے اعزا و اقربا جو اس طرح اللے تللے نہیں کر سکتے وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ہاں جب اسی جیسی کوئی تقریب ہوتی ہے تو انہیں سخت الجھن پیش آتی ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں؟ اگر وہ اپنے مسرف عزیز کے نقش قدم پر چلتے ہیں تو انہیں قرض ادھار کا ناقابل برداشت بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ اور وہ ایسا نہیں کرتے تو اہل خاندان اور دوست احباب کی نظروں میں سبک ہو جاتے اور وہ خود یک گونہ انفعال و ندامت محسوس کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ لڑکوں کا تو کیا ذکر لڑکیاں تک عمر رسیدہ ہونے کے باوجود گھر میں بن بیاہی بیٹھی رہتی ہیں۔ اور اس کی غیر محسوس نحوست اور عذابِ معنوی کے اثرات پورے گھر میں جراثیم کی طرح پھیل جاتے ہیں۔ اے کاش مسلمان محسوس کرتے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت "یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم" "آپ لوگوں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں اور انھوں نے جو بیڑیاں پہن رکھی ہیں انہیں دور فرماتے ہیں" بیان فرمائی ہے تو اس کا منشا یہ بھی ہے کہ خاندانی فخر و غرور شخصی وجاہت و منصب کے غیر واقعی تخیل اور احساس برتری کے باعث شادی بیاہ وغیرہ کے معاملات میں ایک انسان جس کشمکش اور روحانی اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم اور پھر اپنے عمل سے ان سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ایک اور آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اسوہ حسنہ بتایا گیا ہے تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ حضور ہر شعبہ زندگی میں ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں اور حق یہ ہے کہ کوئی معاملہ عبادات کا ہو یا معاملات کا ہر حالت میں آپ کی پیروی سرتاسر نیکی اور حسن و جمال ہے اور اس سے انحراف گمراہی اور بدنصیبی!! یہ اتباع اسوۂ نبوی بظاہر تو بہت آسان چیز نظر آتی ہے اور ہم میں بہت سے مقدسین اس غلط فہمی میں بھی ہوں گے کہ وہ اس صراط مستقیم پر گامزن بھی ہیں۔ لیکن ہے درحقیقت بڑی کٹھن اور مشکل راہ۔ اور اس پر سے گزرنے کی سعادت

انہیں خوش نصیبوں کے حصہ میں آتی ہے جو ذَامَامَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی" کے شرف سے مشرف ہیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ بڑا سے بڑا دین دار مسلمان بھی اس راہ سے کترا کر نکل جاتا ہے جب اس کے ماحول اور شخصیت۔ اس کے خاندان اور اس کے خود اپنے اندرونی جذبات کا تصادم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے قائم کردہ نمونۂ عمل سے ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں جہاں فرمایا گیا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اس کے فوراً بعد ہی یہ بھی ارشاد ہے: لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ یعنی بے شبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے بہترین نمونۂ عمل ہیں لیکن آپ عملاً صرف انہیں لوگوں کے لیے نمونۂ عمل ہیں جو اللہ سے اور یوم آخرت سے لو لگاتے اور جو اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم کو اگر صرف اللہ کی رضا مطلوب ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور داعیہ نہیں ہے تو اس وقت بیشک تم میں یہ حوصلہ ہوگا کہ ہر چیز سے صرفِ نظر کر کے تم اتباعِ اسوۂ نبوی کر سکو گے ورنہ نہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اتباعِ اسوۂ نبوی کے معنی ہر جگہ بعینہٖ وہی کام کرنا نہیں ہوتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ مثلاً عبادات میں آپ کے اتباع کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ نے نماز پڑھی۔ روزہ رکھا۔ حج کیا۔ ہم بھی بعینہٖ اسی طرح کریں۔ لیکن معاملات اور روزمرہ کے معمولاتِ حیات میں اسوۂ نبوی پر عمل پیرا ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ کے عمل سے ہم کو جو سبق ملتا ہے اور اس عمل کے پیچھے جو اسپرٹ کام کر رہی ہے ہم اس کو پیش نظر رکھیں۔ اور اس سے تجاوز نہ کریں۔ مثلاً بات بیاہ شادی کی چل رہی ہے تو اسی کو لیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے جو نکاح کیے اور پھر اپنی صاحبزادیوں اور سب سے زیادہ اپنی چہیتی بیٹی خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا کا عقد جس طرح کیا وہ ہمارے لئے شادی بیاہ کے معاملہ میں اسوۂ حسنہ ہے اور اس کی پیروی ہمارے لئے باعث فوز و فلاح ہے لیکن اس پیروی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم بھی اپنی بیٹی کا مہر بعینہٖ مہر فاطمہ مقرر کریں۔ اور جہیز میں بھی

صرف وہ چیزیں دیں جو تاجدارِ دو عالم نے اپنی لختِ جگر کو دی تھیں اور پھر دعوت یا ولیمہ کریں تو اس میں صرف اتنے لوگوں کو مدعو کریں اور وہی کھانا اور اسی قسم کے چمڑے کے دستر خوان پر کھلائیں جس پر حضورؐ نے کھلایا تھا۔ ان چیزوں میں اسوۂ حسنہ کے اتباع کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے اور نہ یہ ممکن ہے۔ اور اسلام ایسے دینِ فطرت اور عالمگیر مذہب سے یہ توقع بھی نہیں ہو سکتی کہ وہ اس طرح کی چیزوں کو جو زمانی و مکانی حالات اور تہذیب و تمدن میں ارتقاء کے ساتھ ساتھ طبعی طور پر بدلتی رہتی ہیں نیکی اور ثواب کی بنیاد قرار دے گا۔ اس بنا پر شادی بیاہ کے معاملہ میں اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کا طریقہ یہی ہوگا کہ آپ کے عمل سے ہم کو چند سبق ملتے ہیں اور یہی سبق آپ کے عمل کی اصل اسپرٹ اور روح ہیں اور وہ یہ ہیں (الف) اس قسم کے مواقع پر اپنی آمدنی کے دائرہ میں محدود رہ کر کام کرنا چاہیئے تاکہ قرض و دوام کی نوبت نہ آئے۔ (ب) تقریب سادگی اور کفایت شعاری سے منائی جائے (ج) چونکہ یہ موقع خوشی کا ہے اس بنا پر اظہارِ مسرت کے مروجہ طریقوں میں سے جو طریقہ اسلامی تعلیمات کے ماتحت حدِ جواز میں آتا ہے اسے اختیار کیا جائے لیکن دھوم دھڑکا اور دکھاوا نہ ہو (د) لڑکی کا نکاح ہو تو ٹھیک نکاح کے وقت نہیں۔ جیسا کہ ہندوستان اور پاکستان میں عام رواج ہے۔ بلکہ رشتہ کرنے سے پہلے ہی بیٹی سے استیذان کیا جائے اور اس کو موقع دیا جائے کہ وہ آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کرے (ہ) نکاح اپنا یا لڑکے کا ہو تو ولیمہ حسبِ حیثیت کرنا چاہیئے (و) نکاح کے بعد رخصتی میں دیر نہ ہونی چاہیئے (ز) اگر نکاح ولی اقرب کر رہا ہے تو لڑکی کو پسِ پردہ رکھ کر ولی کے ذریعہ اس کا نکاح ہونا چاہیئے (ح) مجلسِ نکاح میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع نہیں ہونا چاہیئے (ط) بیٹے اور بیٹی کو اس موقع پر جو کچھ دینا دلانا ہے وہ سب حسبِ حیثیت کسی دباؤ۔ بوجھ یا گرانی کے بغیر ہونا چاہیئے۔ بہرحال یہ ہیں وہ چند اصول جو اس موقع پر اسوۂ نبوی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اوپر سادگی اور کفایت شعاری کے الفاظ آئے ہیں لیکن یہ دونوں ایسی متعین اور مشخص حقیقتیں نہیں ہیں جن کی کوئی قطعی تعریف کی جا سکے

بلکہ ایک امر اضافی ہیں۔ اور اس کا کوئی فیصلہ کوئی اور نہیں بلکہ صاحب معاملہ خود کر سکتا ہے بل الانسان علی نفسہٖ بصیرۃ و لو القیٰ معاذیرہ۔ یعنی ایک شخص خواہ کتنے ہی حیلے حوالے اور بہانے بنائے۔ لیکن حقیقت امر ہے کیا؟ اسے وہ خود جانتا ہے!!

ہمارے مسلمانوں میں قوم پنجابیان۔ یا میمن اور داؤدی بوہرے وغیرہم کچھ ایسے فرقے ہیں جنھوں نے اجتماعی طور پر اپنے ہاں شادی بیاہ وغیرہ کے معاملات کی تنظیم کر رکھی ہے تو اب دیکھ لیجئے مسلمانوں میں بحیثیت مجموعی اور جماعتی طور پر سب سے زیادہ خوش حال اور معاشی اعتبار سے مرفہ الحال اور مطمئن یہی لوگ ہیں۔ میں بعض اوقات سوچتا ہوں کہ ان لوگوں میں کوئی غریب بھی ہے یا نہیں؟ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اسی طرح کی کوئی تنظیم جماعت وار یا شہر وقصبہ وار مسلمانوں کے دوسرے طبقوں کی بھی ہو سکے تو بے شبہ سماجی اور معاشی اعتبار سے بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔ یہاں تک محض فضول خرچی اور اسراف و تبذیر کا ذکر تھا اس کے علاوہ شادی بیاہ کے دوسرے معاملات اور رسم ورواج کے طریقوں میں جس گمراہی کا شکار رہی وہ ایک ایسی ملت کے لئے جو الملۃ البیضاء السمحاء کے لقب سے معزز ہو حد درجہ شرمناک اور عبرت آفریں ہے۔ گھر کے اندر جو آرسی مصحف اور منھ دکھاوا وغیرہ جیسی قسم کی بیسیوں جاہلانہ اور غیر اسلامی رسومات بجا لائی جاتی ہیں یہ تو مسلمانوں کا بہت پرانا مرض تھا ہی اب ہندو اور انگریزی دونوں تہذیبوں کے ملے جلے اثرات نے اپنا قدم اور آگے بڑھایا ہے تو نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ آداب مجلس سے متعلق قرآن مجید کا کوئی حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ عملاً استہزا اور توہین وتمسخر کا معاملہ نہ کیا جاتا ہو مثلاً اسلام کی طبیعت اور مزاج اس سے ابا کرتا ہے کہ اس قسم کی تقریبات میں عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہو لیکن یہاں کھلے بندوں ہوتا ہے۔ قرآن کا حکم ہے کہ مرد اور عورتیں دونوں غض بصر کریں لیکن یہاں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر بے تکلف گفتگو کرتے اور قہقہے لگاتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے: عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر یہاں زیبائش و آرائش اور بناؤ سنگھار کی وہ نمائش ہوتی ہے کہ مجلس طلسم کدۂ رنگ و بو بن جاتی ہے قرآن مطالبہ کرتا ہے: